THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

# مغربی افکار کی تطہیر اور مسلم فکر کی تعمیر نو: ابن رشد کے عمرانی افکار کی روشنی میں

## *The Purification of Western Concepts and the Reconstruction of Islamic Thought: A Study in the Light of Averroes' Social Thought*

***Dr. Ahmad***
*Assistant Professor, Islamic Studies, Green International University, Lahore.*
*dr.ahmad@giu.edu.pk*
***Dr. Saba Yousuf***
*School Teacher, Govt. Girls High School, Sahowala, Teh. Sambrial, Distt. Sialkot.*
*drsaba313@gmail.com*

**Abstract**

This study examines the contemporary civilizational tension between Western sociopolitical thoughts and Islamic social frameworks, specifically focusing on the critical vacuum created by the uncritical adoption of Western ideals. Western civilization prioritizes absolute individualism, reducing society to a mere collection of atomized units, which manifests in hyper-liberal family structures, secular legal frameworks exemplified in Westernized personal laws, and individualistic human rights models. In contrast, this research explores the balanced sociological and jurisprudential paradigm of Averroes (1126-1198) as a vital alternative. By evaluating his views on the social structure, family dynamics, the socio-legal rights and duties of women including judicial and defensive roles within Shariah limits, and the protection of minorities, this paper highlights a harmonious synthesis between individual autonomy and collective responsibility. Furthermore, it incorporates traditional juristic insights, such as Imam Abu Hanifa's concept of social justice regarding retribution, to counter contemporary Western models of global citizenship and citizenship laws deeply affected by Islamophobia. Utilizing a qualitative and analytical approach, this paper demonstrates how the purification of Western concepts and the reconstruction of Islamic thought can provide a robust, balanced model for modern Muslim societies, transitioning from blind imitation to genuine intellectual reconstruction.

***Keywords:*** Averroes, Citizenship, Collectivism, Family System, Individualism, Islamophobia, Social Justice.

تعارف

عصرِ حاضر میں مسلم امہ کو جس سب سے بڑے فکری چیلنج کا سامنا ہے، وہ مغربی تہذیب کے افکار کی یلغار ہے۔ مغرب کی اس بالادستی نے مسلم معاشروں میں ایک فکری خلا پیدا کر دیا ہے، جس کی وجہ سے ہمارے خاندانی اور معاشرتی قوانین متاثر ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد امین کی کتاب "اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش" اسی معاصر تہذیبی تناؤ کو سمجھنے میں ایک بنیادی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یہ کتاب ہمیں یہ شعور دیتی ہے کہ کس طرح مغربی تہذیب نے فرد، معاشرے، اور خاندانی قوانین کو اپنے سانچے میں ڈھالا ہے، جو اسلامی تہذیب کی بنیادوں سے مختلف ہے۔ تاہم، موجودہ علمی منظرنامے میں ایک تحقیقی خلا موجود تھا کہ کس طرح ہم مغرب کے ان نظریات کا جائزہ لے کر اپنے اسلاف کے مستند علمی سرمائے کی مدد سے مسلم فکر کی تعمیرِ نو کریں۔

اس فکری خلا کو پُر کرنے کے لیے، اندلس کے نامور فقیہ اور مجتہد ابنِ رشد کے عمرانی افکار ایک متوازن متبادل کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ ابنِ رشد کا عمرانی اسلوب جہاں شریعتِ اسلامی کی حدود کا پابند ہے، وہاں وہ فکری اعتدال اور انسانی حقوق کا ایک جامع نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ اس مقالے کا بنیادی مقصد مغربی فکر کی اندھی تقلید سے پیدا ہونے والے بگاڑ کی تطہیر کرنا اور ابنِ رشد کی روشنی میں مسلم فکر کی تعمیرِ نو کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرنا ہے۔

اس تحقیقی مطالعے کا دائرہ کار مغرب کے نظریۂ انفرادیت اور لبرل خاندانی نظام کے مقابلے میں ابنِ رشد کے متوازن معاشرتی نظام کو پرکھنا ہے۔ اس مقالے کو منظم فکری ابحاث میں تقسیم کیا گیا ہے، جس میں فرد اور اجتماعیت کے موازنے سے لے کر، خاندانی نظام کی پائیداری، عیسائی فرقوں کے ازدواجی ضوابط، اور

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اسرائیل کے سیکولر فیملی ایکٹ کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ مزید بر آں، یہ تحقیق خواتین کے شرعی و تمدنی حقوق اور معاشرتی عدلِ اجتماعی کے لیے قصاص کے قانون میں امام ابو حنیفہ کے اجتہادات کو بھی نمایاں کرتی ہے، تاکہ مغرب میں بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا اور شہریت کے سخت قوانین کے تقابل میں اسلام کا حقیقی رخ پیش کیا جا سکے۔ اس بیانیے کو ایک منطقی ساخت دینے کے لیے، پورے مقالے کو ذیل کے علمی اور تجزیاتی ابحاث میں تقسیم کیا گیا ہے۔

### فرد کی مرکزیت اور انفرادیت کا مغربی نظریہ

مغربی تہذیب فرد پر توجہ مبذول رکھتی ہے، اس لیے سمجھا جاتا ہے کہ دنیا الگ الگ افراد کا مجموعہ ہے، لیکن فرد ناقابل تقسیم ہے۔ ہر شخص کا اپنا جسم، دماغ اور زندگی ہے۔ اس کے برعکس فکر رکھنے والے دفاعی پوزیشن میں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ معاشرہ ایک فرد کی پیدائش سے موت کے دن تک چند نام نہاد حقوق سے بہرہ مند ہونے دیتا ہے، یہ اجتماعیت نہیں ہے۔ وہ دیگر حقوق سے محروم رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہر فرد کا تحفظ، خوشی اور فلاح و بہبود معاشرے کے لیے سب سے اہم امور ہیں۔ انہیں سر انجام دینے کے لیے کسی خاص فرد کو پسندیدگی یا نفرت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

فریڈرک ڈگلاس (1818ء تا 1895ء) بھگوڑا غلام تھا۔ وہ میری لینڈ سے نیو یارک فرار ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے فرار کے جواز کے طور پر اپنے سابق آقا کو ایک خط لکھا تھا۔ یہ انفرادیت کے نظریے کے حق میں دلکش بیان سمجھا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ہم دو الگ الگ برابر کے افراد ہیں۔ ہم دونوں کو خدا نے پیدا کیا۔ اس نے ہمیں جداگانہ مخلوق بنایا ہے۔ میں اور آپ فطرت سے ایک دوسرے کے پابند نہیں۔ ہمارے وجود ایک دوسرے پر انحصار نہیں کرتا۔ ہم اپنی اپنی ٹانگوں پر چلتے ہیں، اور اپنے لئے سانس لیتے ہیں۔ میں اپنے سوا کچھ بھی لے کر نہیں آیا۔"(1)

فرد اپنے اندر موجود ہے اور یہ انسانی زندگی کی بنیادی اکائی ہے۔ خاندان، برادری، شراکت یا معاشرہ جیسے گروہ چند افراد کا نام ہے جو خود حقیقی طور پر موجود نہیں۔ لبرل ازم کے مطابق معاشرہ محض اپنے مجموعی اور ساخت کے کردار میں امر واقعہ ہے۔ فرد غیر معاشرتی سے معاشرتی بنا تو یہ تصور تھا کہ، اگر انسان کی انسانیت نہ رہے تو اس کا کیا بنے گا؟ در اصل معاشرہ ایک عام ترتیب ہے۔ یہ منفرد اکائیوں کے بڑے پیمانے پر مجموعے کا ایک افسانہ ہے۔(2) اس کے برعکس اجتماعیت کی نظر میں معاشرہ بطور استعارہ حقیقی ہے، جبکہ فرد محض خلاصہ یا افسانہ ہے۔

### معاشرتی اخلاقیات، علم کی تشکیل اور فرد کا کردار

ایک فرد دوسرے سے سیکھتا ہے جن کے دماغ مل جاتے ہیں۔ سماج کے پاس دماغ یا حسی آلات نہیں ہوتے۔ اخلاقی رہنمائی کا مقصد فرد کو زندگی گذارنے کے اہداف میں مدد کرنا ہے۔ یہ اقدار ہیں جیسے تعلیم، تفریحی سرگرمی، کیریئر، دوستی اور رومانوی انتخاب اور ان کا حصول ہے۔ کسی کا خود سے لطف اندوز ہونا اور زندہ رہنے کا سبق دینا اخلاقیات کا مقصد ہے۔ یہی فرد اخلاقی تشویش کی بنیادی اکائی ہے۔ اسے اپنی زندگی گذارنے کی اقدار کو اپنا کر دوسرے افراد کے حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔ علم حقائق کی ایسی ذہنی گرفت ہے جو مشاہدے کے تکمیل پانے یا اس کی بنیاد پر استدلال کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔[3]

حقیقت کو دیکھنا، سننا، چھونا یا اس کے بارے میں علم اور وجوہات حاصل کرنا ایک فرد کا ہی کام ہے۔ اس کے پاس آنکھ، کان، ہاتھ جیسے اعضاء ہیں۔ وہ ذہن اور اس کے استعمال کی صلاحیت رکھتا ہے۔ علم کی تعمیری سرگرمیاں افراد کی باہمی رابطوں سے ممکن ہوتی ہیں۔ علم افراد کے ذریعہ نہیں، بلکہ یہ سماج میں باہمی فعال مکالمے کے ذریعے تکمیل پاتا ہے۔(4)

---

(1) Letter to Thomas Auld, September 3, 1848, in Frederick Douglass: Selected Speeches and Writings, Lawrence Hill Books, Chicago, 1999 (32).
(2) John Dewey, "The Ethics of Democracy," in The Early Works of John Dewey, Volume 1, 1882–1898, edited by Jo Ann Boydston and George E. Axetell, Southern Illinois University Press, Carbondale, IL, 2008 (232).
(3) Ayn Rand, Introduction to Objectivist Epistemology, edited by Harry Binswanger and Leonard Peikoff, Penguin, New York, 1990, (35).
(4) Longino, Helen E. "Knowledge in Social Theories of Science," in Socializing Epistemology: The Social Dimensions of Knowledge, edited by Frederick F. Schmitt Rowman & Littlefield, Lanham, MD, 1994 (139, 142).

### مغرب میں انفرادیت اور اجتماعیت کی افراط و تفریط

ماضی میں سماج کے آگے فرد کی کچھ بھی حیثیت نہیں تھی۔ اب مہذب معاشرے میں فرد ہی سب کچھ ہے۔ جرمنی میں سات کروڑ جرمن اور چھے لاکھ یہودی تھے۔ اکثریت نے نازی حکومت کی اس سوچ کی حمایت کی کہ اقلیت کا خاتمہ اور ان کی املاک پر قبضہ عظیم ترین نیکی ہے۔ گنتی کے حساب سے یا کسی فرد کی قربانی سے حقیقی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ امریکی صدر بارک اوباما نے قربانی کے مطالبے پر زور دیتے ہوئے بنیادی اور اخلاقی ذمہ داری ذہن نشین کرائی ہے۔ افراد آپا دھاپی کے بجائے باہمی خدمت کریں۔ وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اچھائی کے لیے متحد ہو جائیں۔ ان کی نظر میں انفرادی اقدامات اور انفرادی خواب ناکافی ہیں۔ افراد کو اجتماعی کارروائی میں منسلک ہونے اور اجتماعی اداروں اور تنظیموں کی تعمیر کی ضرورت ہے۔

اجتماعیت پسند آزادی کے ساتھ اپنی آنکھیں آسمان کی طرف بھی اٹھاتے ہیں۔ وہ اپنے ہمسایہ کی طرف اپنے ہاتھ اور دل وا کرنے کا سبق دیتے ہیں۔ وہ فرد کی تنہائی کے احترام کے ساتھ، اس کے خدا، خاندان اور پڑوسیوں کے فرائض میں حاضر ہونے کو آزادی کہتے ہیں۔ اجتماعیت کے ان نظریاتی ماہرین کو پر اعتماد دانشورانہ مخالفت جلدی پیچھے ہٹا دیتی ہے۔ وہ الجھنوں، بے ایمانیوں، جہالت، مایوسی اور بزدلی کی اپیل پر قائم ہیں۔ انہیں انسانی ذہانت سے اپیل کرنی چاہیے۔[1]

### مسلم فکر میں انفرادیت اور اجتماعیت میں توازن

ابن رشد کے عمرانی افکار کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مغرب کی نسبت متوازن ہیں۔ ان میں فرد سے تقویٰ کے معاملات کی امید کی جاتی ہے۔ پس حقوق العباد کا خیال رکھا جائے اور اپنی آزادی سے کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ فرد سے ترقی کا سفر جاری رکھنے کے مواقع کی تلاش کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ فرد اپنے گھر، محلے، قصبے اور شہر سے منسلک ہوتا ہے۔ اسے اپنے ساتھ ہمسائے کے پیٹ بھر کر سونے کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ فرد اپنے چھوٹوں سے شفقت سے پیش آنے اور اچھی تربیت کرنے کا پابند کیا جاتا ہے۔ بڑوں سے ادب و احترام کا معاملہ کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، اور مغرب کی طرح معمر افراد کو اولڈ ایج ہوم میں جمع کرانا معیوب لگتا ہے۔[2]

### خاندانی نظام اور مسلم معاشرت

ابن رشد کی خاندانی نظام کی تشکیل کی فکر تھی، جو شریعت اسلامی کے مطابق اور مغربی تہذیب سے متصادم ہے۔ مغربی تہذیب نوجوانوں کی جنسی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی ہے۔ وہ بالغ ہوتے ہی فرد کو جنسی تعلق میں آزادی دیتی ہے۔ ابن رشد مادر پدر آزادی کے قائل نہیں۔ شریعت پر عمل پیرا ہو کر آپ اعتدال کی روش اپناتے ہیں۔ آپ والدین کو بچوں کی رضامندی کا خیال رکھنے کا کہتے ہیں۔ آپ جبر سے شادی کرانے کو نامناسب سمجھتے ہیں۔ عورت ولی کے بغیر نکاح کرنا چاہے تو بھی آپ کفاءت کی شرط عائد کرتے ہیں۔ عرب ثقافت کے مطابق آپ کثرت ازواج کے حق میں ہیں۔ آپ ام الولد، لونڈی کی قدر و منزلت بیان کرتے ہیں۔ آپ بجا طور پر اجرت پر کام کرنے والی خواتین سے زیادتی پر حد لگانے کا کہتے ہیں۔ آپ مسنون نکاح کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور متعہ کے خلاف ہیں۔[3] مغرب میں شادی اور طلاق کے قوانین ہیں، لیکن وہاں فحاشی، عریانی، نفسانی خواہشات، زناکاری، بن بیاہے ساتھ اور علیحدگی سے کسی کو سروکار نہیں۔

### مغرب کے دینی ولادینی قوانین میں ازدواجی تصورات

آرتھوڈوکس کے ہاں شادی مرد اور عورت کے مابین ایک صوفیانہ اتحاد ہے۔ عام طور پر صرف زنا کی صورت میں طلاق کی اجازت ہے اگرچہ اس میں مستثنیات ہیں۔ پروٹسٹنٹ کے مطابق شادی ایک معاہدہ ہے لیکن اٹل نہیں۔ طلاق کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے لیکن انسانی کمزوری کے ثبوت کے طور پر اس کی اجازت ہے۔ کچھ فرقے چرچ میں دوبارہ شادی کی اجازت دیتے ہیں۔ رومن کیتھولک میں شادی ایک اٹوٹ معاہدہ، اور مسیح اور چرچ کے نام کی ایک قسم کے طور پر دیکھی جاتی تھی، لیکن یہ اب منسوخ کی جا سکتی ہے۔ طلاق کے بعد رکاوٹ نہ ہونے پر دوبارہ شادی کی اجازت دی جاتی ہے۔

(1) Ayn Rand, Capitalism: The Unknown Ideal, Signet, New York, 1967 (269).

(2) بداية المجتهد و نهاية المقتصد لابن رشد، (186، 383، 516)۔

(3) بداية المجتهد و نهاية المقتصد لابن رشد، (639، 675)۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

### اسرائیلی خاندانی قوانین اور مغربی تمدنی اثرات

اسرائیل مشرق میں مغربی تہذیب کی نمائندہ ریاست ہے جس میں دینداری کے حق میں آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔ وہاں عرب شہری ہیں یا شہریت لینے سے انکار کرنے کے باوجود رہ رہے ہیں۔ عرب آبادی کے لیے فلسطینی ایکٹ جاری رکھا گیا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم جوڑے کے مابین ہونے والی شادی شریعتِ اسلامی کے مطابق ہو تو ہی تسلیم کی جاتی ہے۔ غیر ملکیوں کو اسرائیل میں بین الاقوامی قانون کی بناء پر نجی طور پر شادی کی اجازت ہے۔ اسرائیلی شہریوں کو اپنے ملک کے قوانین کے مطابق شادی کرنے کی اجازت تھی۔ غیر یہودی انداز سے شادی میں رکاوٹیں رکھی گئی تھیں، اس وجہ سے بیرون ملک جاکر شادی کرنے کا رجحان بڑھ گیا تھا۔ سپریم کورٹ نے ایک مقدمے کا نومبر 2006ء میں فیصلہ سنایا۔ اس میں مقننہ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ اسرائیلی شہریوں کی شادیوں کی سیکولر حیثیت سے ایک قانون سازی کا فریم ورک فراہم کیا جائے، تو نیسٹ (اسرائیل کی پارلیمنٹ) نے 15 مارچ 2010ء کو صرف سیکولر افراد کے لیے ایک قانون کی منظوری دی۔ اس میں شرط رکھی گئی کہ اگر شریک حیات میں سے ایک تسلیم شدہ دینی برادری سے ہو، اور دوسرا اس سے نہ ہو تو بھی اندراج کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہاں کی سول فیملی عدالتیں اسرائیل میں بین الادیان شادیوں کو تحلیل کر سکتی ہیں۔ وہ خاندانی مقدمات کا فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں۔[1]

### مسلم فکر میں خواتین کے شرعی و تمدنی حقوق کا تحفظ

مشرک مردوں سے مسلمان عورتوں کے نکاح کی حرمت کا شرعی حکم ہے۔ یہاں شرک سے مراد ہر کافر کا کفر ہے۔ اس حکم میں تمام ادیان کے پیروکار اور مرتدین شامل ہیں۔ اس کی علت مرد کا عورت پر غلبہ ہے۔ حکم پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ میں عورت مرتد ہو سکتی ہے اور ہونے والی اولاد کافر باپ کی پیروی کر سکتی ہے۔ یوں مسلمان عورت اپنے اس بچے کی پرورش کرے گی جو اہل نار میں جا شامل ہوگا، اور پوری نسل دیکھتے دیکھتے گمراہ ہو جائے گی۔ غیر مسلم اسے تعصب گردانتے ہیں لیکن انہیں جاننا چاہیے کہ مسلمان تمام انبیاءؑ کی تعظیم کرتے ہیں، اور ان کے رسولوں اور نازل کردہ کتب پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اسی لیے وہ کتابیہ کو اس کے عقیدے اور انبیاء پر ایمان لانے کی وجہ سے ایذاء نہیں دے سکتے، جبکہ دیگر ادیان میں صورتحال اس کے برعکس ہے کہ وہ سید المرسلین ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے، اس لیے وہ مسلم عورت کو زیر عتاب لاکر منحرف کر سکتے ہیں۔[2]

### مسلم فکر میں خواتین کی تمدنی ذمہ داریوں کا تصور

مغرب کے برعکس ابن رشد شرعی حدود و قیود میں ہی آزادی نسواں کے علمبردار ہیں۔ آپ خواتین کے حلقوں میں عورت کے مؤذن اور امام بننے کے حق میں ہیں۔ آپ عورت کے قاضی بننے اور گواہی دینے کے حق میں ہیں، لیکن اجماعِ امت کی وجہ سے عورت کی امامت کبریٰ اور حکمرانی کے مخالف ہیں۔[3] آپ خواتین کی جہاد میں شرکت اور انہیں مال غنیمت سے حصہ دیے جانے کو درست سمجھتے ہیں۔ آپ خواتین کے شرعی پردے کے حق میں ہیں۔[4] جبکہ مغربی ممالک سکارف اور عبایا کا استعمال اپنی تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ آپ کے مطابق امامت اور عدالتی سرگرمیاں حقوق کے بجائے فرائض میں آتی ہیں، اور فرائض میں شرعی احکامات پر عمل ہی آپ کی نظر میں درست ہے۔

(1) Law on Spousal Agreements for Persons Without a Religion, 5770-2010, Book of Laws, (official gazette) 5770 No. 2235 (428). Supreme Judicial Department, Law No. 36 of 2010, art. 28.

(2) صابونی، محمد علی، روائع البیان، موسوعة مناهل العرفان، بیروت، ۱۹۸۰ء، ج۱، (۲۹۰)

(3) بدایة المجتهد و نهایة المقتصد لابن رشد، (216، 304، 1221)۔

(4) بدایة المجتهد و نهایة المقتصد لابن رشد، (181، 506)۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

**عدلِ اجتماعی کا تصور**

مغرب میں عدلِ اجتماعی ایک باقاعدہ نظریہ بن گیا ہے، جو خیال سے حقیقت بن گیا ہے۔ اس بارے میں متقدمین کی خدمات کو فراموش کرنا درست نہیں۔ کہہ دیا جاتا ہے کہ تاریخ کے عظیم فلاسفہ افلاطون، ارسطو، کنفیوشس یا ابن رشد حتیٰ کہ روسو یا کانٹ نے عدلِ اجتماعی پر غور نہیں کیا۔ انہوں نے سماجی تناظر میں بے انصافی کے ازالہ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔[1]

**قصاص اور انسانی حقوق کے مسلم قوانین اور سماجی توازن**

ابن رشد فقہائے امت میں شامل نامور مجتہد ہیں۔ آپ اسلاف کے تفقہ فی الدین کے دلدادہ ہیں اور ان کی تحقیقات کو مد نظر رکھ کر اجتہاد کرتے ہیں۔ قدیم فقہاء کی انسان دوستی کی ایک اہم مثال قصاص کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے ہاں ملتی ہے۔ آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کی رائے عدل اجتماعی کی داعی اور ضامن ہے۔ آئمہ ثلاثہ سے آپ کو اختلاف ہے۔ وہ احادیث نبویہؐ کی کثیر روایات کی روشنی میں سمجھتے ہیں کہ کسی کافر کو قتل کرنے کے بدلے میں مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اور وہ کسی غلام کے آزاد قاتل کو بدلے میں قتل کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ دورِ جاہلیت میں بھی دستور تھا کہ کسی غلام کو قتل کرنے کے عوض آزاد شخص کو بدلے میں قتل نہیں کیا جاتا تھا۔[2]

شہریت کے مسلم اور مغربی قوانین

مغربی تہذیب نے ممالک کے سفر اور شہریت کے بارے میں سخت قوانین متعارف کرائے ہیں۔ ان میں عقیدے کو کم اہمیت دی گئی ہے، لیکن وہاں اسلاموفوبیا کی وجہ سے لوگوں کو آبائی وطن کی یاد آتی ہے۔ ابن رشد غیر مسلم رعایا میں سے غیر عرب اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ لینے کے حق میں ہیں۔ یہ بہتر سلوک اور تحفظ کی ضمانت کے طور پر ہوتا ہے۔ آپ اہل کتاب میں سے قریشیوں کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ آپ ذمی فقراء کی مالی امداد اور انہیں فطرانہ دینے کے حق میں ہیں۔[3]

**خلاصۃ البحث**

اس علمی و تحقیقی مطالعے میں ابنِ رشد کے متوازن عمرانی افکار کی روشنی میں مسلم اور مغربی تہذیب کے معاشرتی تصورات کا ایک گہرا تقابلی اور تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس موازنے سے یہ بنیادی حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ مغربی تہذیب لادینیت کے پردے میں ایک ایسا فکری ڈھانچہ بن چکی ہے جو کسی آسمانی شریعت یا مستقل اخلاقی اصول پر یقین نہیں رکھتی، بلکہ سراسر مادی افادیت اور خود ساختہ قوانین پر اصرار کرتی ہے۔ مغرب کی اس فکر نے انسانی معاشرے کو محض الگ الگ انفرادی اکائیوں کا مجموعہ بنا دیا ہے جس سے خاندانی نظام اور تمدنی فرائض شدید متاثر ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس، مسلم تہذیب جس کی بنیادیں وحیِ الٰہی اور تعلیماتِ نبوی ﷺ پر قائم ہیں، فرد اور اجتماعیت کے مابین ایک حسین توازن پیدا کرتی ہے۔ ابنِ رشد شریعتِ اسلامیہ کے ایک بلند پایہ عالم اور نامور مجتہد ہیں، جو قوانین کی تشریح، تنفیذ اور تعلیم میں شرعی حدود کے پابند رہتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ نصوص فہمی میں علمی وسعت کے قائل ہیں جس سے ان کی اجتہادی فکر نمایاں ہوتی ہے۔

تحقیق کے نتائج واضح کرتے ہیں کہ ابنِ رشد معاشی معاملات، جہاد، خواتین اور اقلیتوں کے حقوق و فرائض اور خاندانی نظام کی تشکیل میں مکمل طور پر احکام شریعت کے پابند ہیں اور دین و دنیا کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ سمجھتے ہیں، جب کہ مغرب ان تمام تمدنی مسائل میں دین کو معطل کر دیتا ہے۔ چنانچہ جہاں مغرب میں دینی شعائر کی تنظیم میں بھی خواتین کو عبادت کی پیشوائی کی کھلی اجازت دے دی گئی ہے، وہاں ابنِ رشد فقہی مسائل بیان کرتے ہوئے فقیہ رہتے ہیں اور عورت کے قاضی بننے کے حق میں ہونے کے باوجود، امامتِ کبریٰ کے لیے مرد ہی کو موزوں قرار دیتے ہیں۔ خاندانی قوانین کے معاملے میں جہاں مغرب عیسائی فرقوں کے داخلی قوانین کے تضادات اور اسرائیل کے فیملی ایکٹ جیسے سیکولر مگر جانبدارانہ ضوابط کے بگاڑ کا شکار ہے، وہاں ابنِ رشد کا فکر غیر مسلم رعایا کے لیے حسنِ سلوک اور تحفظِ حقوق کی

---

(1) The International Forum for Social Development Social Justice in an Open World The Role of the United Nations , United Nations New York, 2006 (11).

(2) سعیدی، غلام رسول، مفتی، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، 1999ء، ج1، (686)۔

(3) بداية المجتهد و نهاية المقتصد لابن رشد، ( 516، 186، 383)۔

ضمانت فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں، جب معاصر مغربی ماڈل عالمی شہریت کے نام پر مسلم دشمنی اور اسلاموفوبیا کو فروغ دیتا ہے، تو اس کے مقابلے میں امام ابو حنیفہ کا قانونِ قصاص میں پیش کردہ عدلِ اجتماعی کا تصور تمدنی برابری اور انسانی جان کی یکساں حرمت کا ایک مثالی نمونہ پیش کرتا ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ ابنِ رشد فرد، خاندانی نظام، خواتین کے حقوق اور معاشرتی قوانین میں ایک ایسا متوازن اور جامع عمرانی اسلوب پیش کرتے ہیں جو دین اور تمدن کو یکجا کرتا ہے، جبکہ مغرب اپنے خود ساختہ اور سیکولر قوانین میں دینی احکامات کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ڈاکٹر محمد امین کی تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درآمد شدہ مغربی افکار کا محض سطحی رد کرنے کے بجائے اسلاف کے اس علمی ورثے کے ذریعے ہی مسلم معاشرے کی فکری تعمیرِ نو ممکن ہے۔ زیرِ نظر مقالے کا یہی اصل حاصل ہے کہ مسلم ممالک میں رواج پانے والے مغربی افکار کی تطہیر کر کے ابنِ رشد کے اسی فقہی و عمرانی اسلوب کو بطور معیار اپنایا جائے، تاکہ عصرِ حاضر کی نئی نسل معاشی خوشحالی، خاندانی استحکام اور اعلیٰ انسانی و اخلاقی سربلندی کے ساتھ ایک مثالی اور پرامن معاشرے کی بنیاد رکھنے کے قابل ہو سکے۔

## نتائج

مغربی تمدن کا انتہاپسندانہ نظریۂ انفرادیت معاشرے کو ٹکڑوں میں بانٹ رہا ہے، جس سے خاندانی پائیداری اور تمدنی ذمہ داریوں کا احساس ختم ہو گیا ہے، جبکہ اس کے برعکس اسلام فرد اور اجتماعیت میں ایک بہترین توازن قائم کرتا ہے۔ مسیحی فرقوں کے داخلی عائلی تضادات اور اسرائیل کا فیملی ایکٹ یہ ثابت کرتے ہیں کہ مغرب کے سیکولر قوانین غیر جانبدار نہیں ہیں، بلکہ وہ مخصوص مادی اور سیاسی مفادات کے تابع ہیں جو خاندانی نظام کو کمزور کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ ان کے تقابل میں، ابنِ رشد کے افکار محض لادین فلسفہ نہیں بلکہ شریعت کی حدود میں رہ کر معاشرتی مسائل کا حقیقی حل پیش کرتے ہیں، جہاں وہ خواتین کو قاضی بننے اور دفاعی کردار ادا کرنے کا حق شریعت کے دائرے میں دیتے ہیں، لیکن امامتِ کبریٰ کے لیے اجتماعی مصلحت کے تحت مرد کو موزوں سمجھتے ہیں۔ مزید برآں, امام ابو حنیفہ کا قانونِ قصاص میں پیش کردہ عدلِ اجتماعی کا تصور انسانی جان کی یکساں حرمت اور تمدنی برابری کا ضامن ہے، جو مغرب کے ان شہریت کے قوانین کا بہترین جواب ہے جو اسلاموفوبیا پر مبنی ہیں۔ ڈاکٹر محمد امین کی تحقیق کے تناظر میں یہ حتمی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مغربی افکار کا محض جذباتی یا سطحی رد کافی نہیں ہے، بلکہ اسلاف کے مستند فقہی اور عمرانی سرمائے کی مدد سے ہی مسلم فکر کی حقیقی تعمیرِ نو ممکن ہے۔

## سفارشات

مسلم ممالک کے اعلیٰ تعلیمی اداروں، خصوصاً یونیورسٹیوں اور دینی مدارس کے عمرانیات اور قانون کے نصاب میں ابنِ رشد کے عمرانی اور فقہی افکار کو باقاعدہ شامل کیا جائے، تاکہ نئی نسل مغربی افکار سے مرعوب ہوئے بغیر ان کا علمی جائزہ لے سکے۔ معاصر مسلم ریاستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے عائلی اور پرسنل قوانین کو مغربی لبرل ماڈل پر ڈھالنے کے بجائے، ابنِ رشد اور امام ابو حنیفہ کے تفقہ کی روشنی میں مدون کریں تاکہ خاندان کا استحکام برقرار رہے۔ اس کے ساتھ ہی، مسلم دنیا میں ایسے مستقل تحقیقی ادارے قائم کیے جائیں جو مغرب سے درآمد شدہ سماجی، معاشی اور قانونی نظریات کی سائنسی بنیادوں پر تطہیر کریں اور ان کا متبادل اسلامی ماڈل پیش کریں۔ عالمی سطح پر مغرب کے متعصبانہ شہریت کے قوانین اور اسلاموفوبیا کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی قانونِ بین الممالک کے انسانی حقوق اور عدلِ اجتماعی والے پہلوؤں کو عالمی زبانوں میں مؤثر طریقے سے پیش کیا جائے۔ آخر میں، محققین کے لیے یہ راہ متعین کی جاتی ہے کہ وہ ابنِ رشد کی کتاب بدایۃ المجتہد اور دیگر مسلم فقہاء کے عمرانی اشارات کا جدید سماجی مسائل، جیسے گلوبلائزیشن اور جدید خاندانی بحران کے تناظر میں مطالعہ آگے بڑھائیں۔